اقبال کا تصورِ آزادی

Iqbal's concept of Independence.

ڈاکٹر رابعہ سرفراز
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سمیرا اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:
In Iqbal's poetry and prose, the complete history of the independence movement and the establishment of Pakistan is presented. In which the dream of a separate homeland for the Muslims of the subcontinent and then the story of the struggle to achieve this dream is present with its complete background. Although Iqbal's early poetry, the color of love for a united nation and a united India is prominent. But the interdependence and disunity of the Indian nations made him sad. He wished that the people of India should live a life of love, brotherhood, participation and cooperation. While the situation was the opposite.. He is a denier of the old world and a bearer of knowledge of the new world who The lamps of the Muslims are seen burning even in the strong wind. Iqbal considers the people as the capital of nation building and a force that shapes the destiny of the nation.

کلیدی الفاظ: علامہ اقبال، آزادی، مسلمان، اردو شاعری، خودی، قوم

اقبال کی شاعری اور نثر میں تحریک آزادی اور قیام پاکستان کی مکمل تاریخ زندہ ہے۔ جس میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا خواب اور پھر اس خواب کے حصول کے لیے جدوجہد کی داستان موجود ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری، لیکچرز، خطبات اور مکاتیب میں برصغیر کے سیاسی و سماجی مسائل کو نا صرف بھرپور انداز میں پیش کیا بلکہ ان کے حل کے لیے قابل عمل تجاویز بھی دیں۔ برصغیر کی تاریخ میں خطبۂ الٰہ آباد کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے اس خطبے میں اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ مسلمان قوم ایک الگ اور

جداگانہ تشخص رکھتی ہے۔ وہ اہلِ مغرب کے اس نظریے سے ہر گز متفق نہیں ہیں کہ مذہب کا تعلق انسان کی ذات اور شخصیت سے ہے بلکہ ان کا موٗقف تھا کہ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کی روایات اور ثقافت کے مطابق ہندوستان میں مکمل اور آزادانہ ترقی کا حق حاصل ہو جائے تو وہ آزادی کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔ نیز یہ کہ بین الاقوامیت کے بڑے علمبرداروں کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا کہ بین الاقوامی ریاست اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک قوموں کو آزادی اور خود مختاری کا حق نہ ملے۔ اسی خطبے میں اقبال نے مطالبہ کیا کہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ پر مشتمل ایک علیحدہ ریاست قائم کی جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ خواہ یہ ریاست برطانوی قوانین کے تحت خود مختاری حاصل کرے یا مکمل طور پر آزاد ریاست کا درجہ حاصل کرے۔۔۔ آزادی ہندوستان کے مسلمانوں کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔

خطبۂ الٰہ آباد میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان دستور میں کسی ایسی تبدیلی کے حامی نہیں ہوں گے جو بنگال، پنجاب میں رہنے والی مسلم اکثریتی آبادی کے حقوق کو متاثر کرے۔ انہوں نے مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے 33 فیصد نمائندگی کا مطالبہ بھی کیا۔ یہ بھی کہا کہ سندھ کو بمبئی سے الگ کرکے ایک علیحدہ صوبے کا درجہ دیا جائے۔ اقبال نے فرمایا:

"آزادانہ سیاسی راہِ عمل ایسے نازک وقت میں صرف ان لوگوں کے لیے ہی ممکن ہے جو عزم کے مالک ہوں اور جن کی قوتِ ارادی ایک مرکز پر مرکوز ہو۔"(۱)

اگرچہ اقبال کی ابتدائی شاعری میں متحدہ قومیت اور متحدہ ہندوستان سے محبت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے:

اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں!
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں (۲)

لیکن اقوامِ ہند کی باہمی چپقلش اور انتشار نے انھیں غمزدہ کر دیا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ہندوستان کے رہنے والے محبت' اخوت' اشتراک اور تعاون کی زندگی بسر کریں جبکہ صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ اقبال کی نظم "صدائے درد" اس صورتِ حال کی بہترین اور عمدہ عکاس ہے:

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے

سر زمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قربِ فراق انگیز ہے (۳)

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے ایسے تصور پر کاری ضرب لگائی جو امتِ مسلمہ کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا تھا چنانچہ "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کہنے والے شاعر کی تان ایک نئے ترانے پر ٹوٹتی نظر آتی ہے:

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا (۴)

بقول فرمان فتح پوری:

> "اقبال کے فکر و فن کا اصل محرک ہی وہ سیاسی ماحول ہے جو طاقت ور و کم زور، غلام اور آزاد اور ترقی یافتہ و پس ماندہ کے درمیان آویزش و کشمکش کا سبب بن رہا تھا اور جس میں ہر باشعور آدمی کو صاف نظر آرہا تھا کہ یہ خوفناک صورتِ حال انسانی معاشرے کے لیے تباہ کن ثابت ہوگی۔" (۵)

اقبال نے اپنی خودی کی پہچان کے ساتھ ساتھ حصولِ مقصد کے لیے بے تابانہ جد و جہد کو مسلمانوں کی کامیابی کا زینہ قرار دیا ہے۔ وہ اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور قوم کے افراد کو زندگی پوشیدہ صلاحیتوں کو منظرِ عام پر لانے کا حوصلہ اور سلیقہ بھی سکھاتے ہیں

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اِک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی (۶)

اقبال نے مسلمانوں میں انفرادی اور اجتماعی خودی کا شعور اجاگر کرتے ہوئے ایک نئے مسلم معاشرے کی بنیاد رکھی۔ وہ مسلمان کو طاقت ور اور غالب دیکھنا چاہتے تھے نا کہ کم زور، مظلوم اور مغلوب۔ اقبال مسلم معاشرے کی تشکیل پر اس لیے پرزور اصرار فرماتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں مسلمانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار ایک مکمل آزادانہ معاشرے کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اقبال نے ریاست کو اسلام کا اہم علاقائی تشخص قرار دیتے ہوئے مسلمانانِ برصغیر کے لیے آزاد، طاقت ور اور مستحکم ریاست کی تجویز پیش کی۔ اقبال ایک ایسی جدید اسلامی ریاست کے خواہاں تھے جس کی بنیاد توحید پر ہو اور جس میں انسانیت اور مساوات کو اہم حیثیت حاصل ہو۔ حریت یا آزادی کو اقبال کے افکار میں نہایت اہمیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال رقم طراز ہیں:

"نئے مسلم معاشرے پر اقبال کا اصرار اس لیے تھا کہ اس میں
تخلیقی صلاحیت کو از سرِ نو اجاگر کیا جائے"(۷)

اقبال روشن صبح کی دلیل کو ستاروں کی آب و تاب قرار دیتے ہوئے افق سے سورج کے طلوع اور دورِ گراں خوابی کے رخصت ہونے کی نوید دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ طوفانِ مغرب نے مسلماں کو مسلماں کر دیا ہے اور مومن کو حق کی راہ سے سے ترکمانی شان و شوکت، ذہنِ ہندی اور نُطقِ اعرابی عطا ہونے والا ہے اور خلیل اللہ کے دریا میں گُہر پیدا ہونے کو ہیں۔ اقبال چشمِ دل میں جگر خوں کر کے نظر پیدا کرنے کے خواہاں ہیں۔ وہ مسلماں کو خدائے لم یزل کا دستِ قدرت اور زباں قرار دیتے ہیں جس کی نسبت براہیمی ہے اور جو زمانے میں خدا کا آخری پیغام اور اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں ہے:

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا(۸)

اقبال یقیں کو افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت اور ایسی قوت تصور کرتے ہیں جو تقدیرِ ملت کی صورت گری کرتی ہے۔ مسلمان رازِ کُن فکاں، خودی کے اسرار جاننے والا اور ذات باری تعالیٰ کا ترجماں ہے جس کے علم و محبت کی کوئی حد نہیں اور جس سے بڑھ کر فطرت کے ساز میں کوئی سر نہیں ہے۔ اقبال نے مقصد سے محبت اور اس کے حصول کی جدوجہد کو عشق سے تعبیر کیا۔ فرماتے ہیں:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بہ دم(۹)

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھُلتے ہیں غلاموں پر اَسرارِ شہنشاہی(۱۰)

اقبال کی بہترین شاعری میں سیاسی مسائل، ان سے پیدا ہونے والا انتشار اور ان کے حل کی تجاویز نہایت سنجیدگی سے پیش کی گئی ہیں۔ ان کے ضابطۂ حیات میں زندگی، سیاست اور مذہب کو الگ خانوں میں تقسیم کرنا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر یوسف حسین خان کی رائے میں:

"اقبال کے نزدیک مملکت کی اطاعت غلامی نہیں بلکہ خود انسانی نفس کے اعلیٰ ترین رجحانوں کی اطاعت ہے۔ اس طرح آدمی آدمی کا نہیں بلکہ مجرّد اصول اور الٰہی قوانین کا تابعدار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی انسانیت اور شرافت کو بٹا نہیں لگتا۔ حکمران کی عزت و احترام وہ اس

وقت کرتا ہے کہ وہ فطری حقوق اور الٰہی قوانین کا پاسباں ہے۔اس لیے نہیں کہ وہ قوت و جبروت کا مالک ہے۔زندگی کے اسی نقطۂ نظر کے باعث اسلامی تاریخ میں آزادی اور خودداری کی روایات کو ہمیشہ قدرومنزلت کی نظر سے دیکھا گیا۔"(۱۱)

وہ نوجوانوں کو یقین کی قوت سے جوشِ عمل کی طرف راغب کرتے ہیں اور آزادی کے حصول کے لیے سامراجی قوتوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔اقبال محض ماضی کی شان وشوکت پر فخر وغرور کو زندگی کا حاصل نہیں سمجھتے بلکہ زمانہ حال میں جدوجہد کے ساتھ بہتر مستقبل کے حصول کے خواہاں ہیں۔وہ نوجوانوں میں اپنے مقصد کے حصول کے لیے عشق کی قوت سے کام لیتے ہیں۔ان کے فلسفہ زندگی میں خودی اور عشق دو اہم تدابیر ہیں جو افراد کو عمل کی طرف مائل کرتی ہیں اور مسلمانوں کا اہم ہتھیار ہیں۔وہ نا امیدی کو زوالِ علم وعرفاں قرار دیتے ہیں اور امید کو مردِ مومن کا ہتھیار۔۔۔

تری آگ اس خاک داں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تُو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زماں و مکاں توڑ کر
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود (۱۲)

اقبال طلوعِ فردا کے منتظر ہیں اور انھیں ہوائیں اور فضائیں بندۂ مومن کے لیے مسخر ہوتی نظر آتی ہیں۔وہ عالمِ پیر کے منکر اور جہانِ نَو کے ایسے علم بردار ہیں جنھیں تندوتیز ہواؤں میں بھی مسلمانوں کے چراغ جلتے نظر آرہے ہیں۔مسلمان۔۔۔۔جس کے تصرف میں گنبدِ افلاک‘ کوہ‘ صحرا‘ سمندر‘ ہوائیں‘ فضائیں سب کچھ ہیں۔انھیں مسلماں کے شرر میں خورشید جہاں تاب کی ضَو اور اس کے ہنر سے تازہ جہاں آباد ہونے کا یقیں ہے۔وہ اسے پیرِ صنم خانۂ اسرار‘ محنت کش وکم آزار اور جنسِ محبت کا خریدار قرار دیتے ہیں۔

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دُور سے گردُوں کے ستارے (۱۳)

اقبال کے نزدیک خودی سے مراد عرفانِ ذات ہے یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنی خوبیوں اور خامیوں کی پہچان کرتا ہے اور اپنی منزل کے رستے میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں دور کرنے کے اسباب کرتا ہے۔اسی عمل کی بدولت انسان کائنات کی تسخیر کرتا ہے اور پھر آخری منزل پر

کائنات میں اللہ کا نائب اور خلیفہ مقرر ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مومن کے افعال اور اللہ کے احکام میں کسی قسم کی دوری باقی نہیں رہتی۔

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرّار (۱۴)

اقبال کی دعا مسلم امہ کے لیے ان کی دردمندی اور تڑپ کا منہ بولتا ثبوت ہے

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے (۱۵)

اقبال نے ہمیشہ مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے حق کی حمایت کی۔ ملتِ اسلامیہ اور مسلمانوں سے ہمدردی کے سبب اللہ نے انھیں وہ دیدۂ بینا عطا کی جس کی مدد سے انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے جداگانہ تشخص کی پہچان عطا کی۔ بلاشبہ اقبال قیامِ پاکستان کے اہم ترین محرک تھے جنھوں نے جمود کا شکار قوم میں تحرک، خود اعتمادی، خود شناسی اور مقصد کے حصول کے لیے عملی جدوجہد کے اوصاف پیدا کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ اقبال نہ ہوتے تو شاید آج برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد مسلم ریاست میں سانس لینا محض ایک خواب ہوتا۔ اقبال نے اجتماعی سطح پر برصغیر کے مسلمانوں میں وہ سیاسی، اخلاقی اور مذہبی شعور اور جرأت بیدار کی جو بالآخر قیامِ پاکستان کی صورت میں ثمر آور ثابت ہوئی۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ محمد جہانگیر عالم' خطباتِ اقبال، ترجمہ و حواشی (فیصل آباد: دائرہ معارفِ اقبال')ص ۸۴

2۔ اقبال' کلیاتِ اقبال (لاہور: اقبال اکادمی' ۱۹۹۵ء)ص ۵۱

3۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۴۷

4۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ۱۸۶

5۔ فرمان فتح پوری' اقبال سب کے لیے (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ' ۲۰۰۰ء)ص ۱۲۸

6۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۲۸۸

7۔ جاوید اقبال' ڈاکٹر' افکارِ اقبال (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز' ۲۰۰۵ء)ص ۱۱۱

8۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۳۰۱

9۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۳۶۸

10۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۳۸۶

11۔ یوسف حسین خان' ڈاکٹر' روحِ اقبال (لاہور: القمر انٹر پرائزز' ۱۹۹۶ء)ص ۲۸۱

12۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۴۵۷

13۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۴۶۱

14۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۵۳۹

15۔ اقبال' کلیاتِ اقبال' ص ۲۴۱